جہاد کا قرآنی تصوّر

ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی ☆

اس بزم گاہ عالم میں مختلف قسم کے ادیان و مذاہب اور مختلف قسم کے افکار و خیالات پائے جاتے ہیں۔ اسلام اس لحاظ سے ان تمام میں نمایاں ہے کہ یہ کسی انسان کے ذہن و فکر کا نتیجہ نہیں ہے اور نہ کسی مخصوص خطۂ ارض کے لئے ہے بلکہ یہ خالق کائنات کا عطا فرمودہ ضابطہ ہے اور ابتداء آفرینش سے لے کر قیامت تک پوری دنیائے انسانیت کے لئے ہے۔ یہی اسلام آدمؑ و حواؑ کا تھا' عیسیٰؑ و موسیٰؑ بھی اسی اسلام کے علمبردار تھے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی نظام حیات کو لے کر آئے۔ گویا کہ اسلام ہی تمام انبیاء و رسل کا دین تھا۔ اس باب میں قرآن کا اعلان یہ ہے :

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ... ﴾ (الشوریٰ : ۱۳)

"اس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جسے (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ' موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں (اس تاکید کے ساتھ) کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ"۔

محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز اس پہلو سے ہے کہ آپ پوری دنیائے انسانیت کے لئے تشریف لائے' اس لئے آپ کے ذریعہ جو اسلام آیا وہ بلا فرق و امتیاز پوری نسل انسانی کے لئے اور قیامت تک کے لئے آیا۔ چنانچہ اسلام انسانیت کو مکمل دولتِ عظمیٰ کی شکل میں رسول مقبول ﷺ کے توسط ہی سے ملا' جس کا اعلان اللہ تعالیٰ

☆ لیکچرر شعبہ دینیات' علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

© rasailojarai
© rasailojarai
© rasailojarai

یوں فرماتا ہے :

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾ (المائدہ : ۳)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے طریقہ زندگی کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا"۔

ایک اور جگہ اسلام کی آفاقیت اور صرف اسی کے خدائی طریقہ زندگی ہونے کی سند یوں بیان کی جاتی ہے :

﴿ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ... ﴾ (آل عمران : ۱۹)

"بلاشبہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے"۔

سورۂ آل عمران میں ہی آگے یوں فرمایا گیا :

﴿ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ، وَھُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ ﴾ (آل عمران : ۸۵)

"جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین چاہے گا وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے ہمکنار نہیں ہو گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا"۔

پانی، مٹی، ہوا، غذا اور دیگر اسباب دنیا اللہ تعالیٰ کی مادی نعمتیں ہیں۔ ہر خطہ ارض کا باشندہ بلا امتیاز رنگ و نسل ان نعمتوں سے متمتع ہوتا ہے۔ اگر ایک انسان کی سعی و جہد کا مرکز یہی مادی آسائشیں بن جائیں اور اس کی زندگی روحانی لذتوں سے آشنا تک نہ ہو تو انسان حیوان نما درندہ بن کر اللہ کی زمین پر دندناتا پھرتا ہے اور عالم انسانیت اس کی شرانگیزیوں اور جفاکاریوں سے الامان والحفیظ کی صدائیں بلند کرنے لگتا ہے۔ انسان کو انسان بنانے کے لئے مذہب یا طریقہ زندگی بیش قیمت اثاثہ ہے۔ اور جو مذہب فطری ہو، جس کی تعلیمات عقلی و منطقی ہوں اور جو زندگی کے تمام شعبوں اور دنیا کے تمام گوشوں میں کافی و شافی رہنمائی کرتا ہو، وہ مذہب اپنی ان خصوصیات کی بناء پر آفاقی ہونے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ تعصب اور جانبداری کی عینک ہٹا کر مذاہب و ادیان کے اس تارامنڈل

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

پر غور کیا جائے تو اس حقیقت سے انحراف کی گنجائش نہیں رہتی کہ اسلام ہی وہ نظام زندگی ہے جو عالمگیریت و آفاقیت کی تمام تر خصوصیات سے مزین و آراستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی نظام زندگی سے اپنی محبوبیت کا اظہار فرمایا اور اسے تمام بنی نوع انسان کے لئے بہترین دولت قرار دیا۔

اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں میں خدا کا دین جاری و ساری ہو اور دوسرے تمام خود ساختہ اور خانہ ساز افکار و مذاہب پر دین حق کو غلبہ و سرفرازی ہو، یہی خالقِ دو جہاں کو مقصود تھا اور یہی اس کے بندوں کی معراج تھی۔ قرآن پاک میں جب آپ ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو دوسرے ادیان و مذاہب کے پس منظر میں اس دین حق کے غلبہ و تفوق کو آپ کی بعثت کا مقصد قرار دیا جاتا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ملاحظہ فرمایئے:

﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴾ (الصف : ۹)

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ وہ اسے دوسرے تمام (خود ساختہ اور باطل) ادیان پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکین کو یہ ناگوار لگے“۔

اسی مقصدِ بعثت کو قرآن ایک اور جگہ یوں واضح کرتا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴾ (الفتح : ۲۸)

”وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے“۔

اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کے دین کا غلبہ و تسلط ہو، یہی اللہ کو مقصود ہے اور یہی ہر مومن صالح کی خواہش ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد اقامتِ دین یا اظہارِ دین کی گرانبار ذمہ داری اب آپؐ کے امتیوں پر عائد ہوتی ہے۔ دین حق کے فروغ و اشاعت اور غلبہ و کامرانی کی جدوجہد مبارک و مسعود عمل ہے۔ اسی

© rasailojaraid.com

دین کے قائم کرنے کی تلقین وقت کے ہر پیغمبر کو کی گئی اور اسی دین کی اقامت کی تعلیم نبی آخرالزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ دنیا کا ہر وہ شخص جو کلمہ طیبہ کے چند مقدس بول بولنے کے بعد اسلام کے حلقے میں داخل ہو جاتا ہے وہ اظہار دین یا اقامتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی کا مکلّف ہو جاتا ہے۔ تاہم چونکہ اللہ تعالیٰ کسی بھی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا اس لئے فریضہ دین کا دائرہ کار ہر شخص کی صلاحیت و لیاقت کی بنیاد پر متعین ہو گا۔ داعی حق کے ذہن و دماغ میں یہ بات بھی مستحضر رہنی چاہئے کہ دین حق کو غالب کر دینا اور تمام ادیانِ باطلہ پر اسے تفوق و برتری کا مقام دلا دینا اس کی ذمہ داری نہیں ہے' بلکہ اس سلسلے میں سعیٔ مسلسل اور منظم کوشش کرنا ہی اس کی اصل ذمہ داری ہے۔ ہاں جدوجہد کے نتیجہ خیز ہونے کی شکل میں غلبہ و کامرانی کا مبارک منظر بھی [illegible] نظارہ کر رہا ہو تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ نوازش و کرم ہے جس کی بشارت مومنین صالحین کو قرآن پاک میں جگہ جگہ دی گئی ہے۔

قرآن پاک میں "جہاد" بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا اطلاق ان تمام کوششوں پر ہوتا ہے جو خدا کے دین کو سربلند کرنے اور دنیائے انسانیت میں اس کے عام کرنے کے سلسلے میں کی جائیں۔ "فی سبیل اللہ" کی قید میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ اس کوشش اور جدوجہد میں غیراللہ کو خوش کرنے کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ وہ غیراللہ اپنا نفس بھی ہو سکتا ہے' والدین اور دوسرے اعزہ و اقرباء بھی ہو سکتے ہیں' اور معاشرے کے چیدہ افراد اور ارباب سلطنت بھی ہو سکتے ہیں۔ لفظ "جہاد" کی وسعت و ہمہ گیری سے متعلق عالم اسلام کے ایک مشہور و معروف محقق اور قرآن پاک کے ممتاز مفسر کی یہ وضاحت معنی خیز ہے :

> "جہاد کے معنی ہیں کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دینا۔ یہ محض جنگ کا ہم معنی نہیں ہے۔ جنگ کے لئے تو قتال کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جہاد اس سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے اور اس میں ہر قسم کی جدوجہد شامل ہے۔ مجاہد وہ شخص ہے جو ہر وقت اپنے مقصد کی دھن میں لگا ہو' دماغ سے اسی کے لئے تدبیریں کرے' زبان و قلم سے اسی کی تبلیغ کرے' ہاتھ پاؤں سے اسی کے لئے

© rasailojaraid.c

دوڑ دھوپ اور محنت کرے۔ اپنے تمام امکانی وسائل اس کو فروغ دینے میں صرف کر دے اور ہر اس مزاحمت کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرے جو اس راہ میں پیش آئے حتیٰ کہ جب جان کی بازی لگانے کی ضرورت ہو تو اس میں بھی دریغ نہ کرے۔ اس کا نام ہے جہاد۔ اور جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ صرف اللہ کی رضا کے لئے اور اس غرض کے لئے کیا جائے کہ اللہ کا دین اس کی زمین پر قائم ہو اور اللہ کا کلمہ سارے کلموں پر غالب آ جائے"۔ [۱]

اللہ کے دین کو غالب کرنے کے سلسلے میں داعی حق کو عملی میدان میں جس دشمن سے پہلے سابقہ پیش آتا ہے وہ ہے نفس۔ اگر یہ دشمن اس داعی کے دل و دماغ پر اپنی فتح و تسخیر کے علم گاڑ دے تو پھر اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ ہر چہار جانب پھیلے ہوئے اللہ کے باغیوں اور دشمنوں سے محاذ آرائی کرے۔ ہوائے نفس کا بندہ بن کر ایک بندۂ مومن نہ تو ابلیس لعین اور اس کے بے شمار رفقاء سے مقابلہ کر سکتا ہے' نہ شرپسندوں اور فتنہ پروروں سے اور نہ ہی باغی و سرکش حکومت سے۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ہمہ گیر جہاد کی منزل جہاد بالنفس کی پرخار راہوں سے ہو کر گزرتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر جہاد بالنفس کو جہادِ اکبر سے تعبیر کیا تھا اور نفس پر قابو پانے والوں یا نفس امارہ کو شکست سے دوچار کرنے والوں کو زیرک و ہوشیار قرار دیا تھا۔ اس جہاد بالنفس میں یہ شامل ہے کہ ایک طرف ان نفسانی خواہشات کو جو دین و شریعت کے منافی ہوں پامال کیا جائے۔ اس فریضے کی ادائیگی میں کاہلی و کوتاہی' تصنّع و تکلّف اور نمود و اشتہار جیسے سطحی جذبات سے گریز بھی شامل ہے۔ خوشنودیٔ رب کی خاطر اس پر اپنی گرفت قائم رکھنا وہ جوہر ہے جس کی بدولت عملی زندگی کے دیگر شعبوں میں ایک بندۂ مومن فائز المرام ثابت ہوتا ہے۔ اگر بندۂ خدا اطاعت نفس کا خوگر ہو جائے تو اس کے افکار و اعمال میں فساد و فتور لاحق ہو جاتا ہے' محکومانہ ذہنیت اس کا شیوہ و شعار بن جاتی ہے اور وہ زندگی کی دوڑ دھوپ میں عزائم و جذبات کی تر و تازگی کے ساتھ حوصلہ افزا یا انقلاب آفریں قدم اٹھانے سے معذور و مجبور ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کی شخصی زندگی معنوی لحاظ سے بالکل کھوکھلی ہو جاتی ہے اور وہ جہادِ زندگانی میں فتح و کامرانی کا عَلم اٹھانے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

میں یکسر کوتاہ و ناکارہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ بتدریج انسانی اوصاف و خصائل سے عاری ہوتے ہوئے "احسن تقویم" سے "اسفل سافلین" کے مقام تک جا پہنچتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذیل کے ارشاد میں یہی حقیقت ناطق نظر آتی ہے :

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍO ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَO ﴾ (التین : ۴'۵)

"ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا"۔

ہوائے نفس کو معبود بنا کر اپنی زندگی کا سفر متعین کرنا جانوروں بلکہ جانوروں سے بھی بدتر طریقہ زندگی ہے۔ قرآن اس جہت سے ایمان وایقان اور عمل صالح کی روش اختیار کرنے والوں کو باخبر کرتا ہے :

﴿ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ' اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًاO اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ' اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًاO ﴾

(الفرقان : ۴۳'۴۴)

"کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو۔ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں۔ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں"۔

ہوائے نفس کی پیروی ابلیس اور اس کے حواریوں کی رفاقت کا پہلا مرحلہ ہے' یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہوائے نفس کی اطاعت ابلیس اور اس کے رفقاء کی اطاعت و سرافگندگی کی دوسری شکل ہے۔ ابلیس نے بارگاہ رب العزت میں راندۂ درگاہ قرار پا کر اولادِ آدم کو صراطِ مستقیم سے پھیرنے کی قیامت تک کے لئے مہلت مانگی تھی اور پھر اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ میں تیرے بندوں کو سبزاور ہرے بھرے باغ دکھلا کر بھکاؤں گا۔

قرآن کی زبانی ابلیس لعین کی قسم ملاحظہ فرمایئے :

© rasailojaraid.com

﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ﴾ (الاعراف :۱۶'۱۷)

"اس نے کہا: اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان کے لئے گھات میں لگا رہوں گا' آگے اور پیچھے' دائیں اور بائیں' ہر طرف سے ان کو گھیروں گا"۔

نفس یا ابلیسِ لعین کی دسیسہ کاریوں اور وسوسہ اندازیوں کے وقت ایک بندۂ مومن کا شعار یہ ہوتا ہے کہ وہ ایمان و ایقان اور صبرو استقلال کی چٹان بن کر اس خالقِ حقیقی کو اپنا ملجأ و ماویٰ قرار دیتا ہے جو لوگوں کا حقیقی پالنہار ہے' نوعِ انسانی کا حاکمِ مطلق اور قیامت تک کے تمام انسانوں کا معبودِ حقیقی ہے۔ یہاں اس کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں کہ ایک بندۂ مومن ان تمام خطرات و وساوس میں ربِّ ذوالجلال کی پناہ کا طلبگار ہو۔ ان سنگین اوقات میں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ داعیٔ حق کا جو کردار ہونا چاہئے قرآن اسے اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے :

﴿ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ' اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (الاعراف : ۲۰۰)

اور تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ محسوس ہو تو اللہ کی پناہ مانگو' یقیناً وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے"۔

اتباعِ نفس کے منحوس و نامبارک اثرات و نتائج کی سنگینی کے پیش نظر نفس سے معرکہ آرائی کرنا اور اسے شکستِ فاش دینا دراصل جہاد کے وسیع ترین میدان میں کامیابی کی تمہید ہے۔ اللہ کی راہ میں کماحقہٗ جہاد کا اولین تقاضا یہی ہے کہ نفس یا ہوائے نفس کو اس کا نشانہ بنایا جائے' جبھی ایک بندۂ خدا عملی زندگی کے ہر شعبے میں فتح و ظفر کے پرچم لہرا سکتا ہے۔ "جَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ" کے تحت یہ وضاحت بڑی جامع ہے :

"اس مجاہدے کا اولین ہدف آدمی کا اپنا نفس امارہ ہے جو ہر وقت خدا سے بغاوت

© rasailojaraid
© rasailojaraid

کرنے کے لئے زور لگاتا رہتا ہے اور ہر وقت آدمی کو ایمان و طاعت کی راہ سے ہٹاتا رہتا ہے۔ جب تک اس کو مسخر نہ کر لیا جائے باہر کسی مجاہدے کا امکان نہیں ہے.... اس کے بعد جہاد کا وسیع ترین میدان پوری دنیا ہے، جس میں کام کرنے والی تمام بغاوت کیش، بغاوت آموز اور بغاوت انگیز طاقتوں کے خلاف دل اور دماغ اور جسم اور مال کی ساری قوتوں کے ساتھ سعی و جہد کرنا وہ حقِ جہاد ہے جسے ادا کرنے کا یہاں مطالبہ کیا جا رہا ہے"{۲}

کلمۂ حق پر مبنی انقلابی نظریئے کے دل و زبان سے اعتراف و اقرار کے بعد ہی اہل ایمان خیرِ اُمّت، اُمّتِ وَسط اور شہداء علی الناس کے القاب و عنایات کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ راہ حق میں تمام تر مشکلات سے نبرد آزمائی اور اپنی حیثیت و بساط کے مطابق اس سلسلے میں انتھک جدوجہد جہاد بالنفس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کے وہ ابتدائی مراحل ہیں جن سے گزرنا ہر داعی حق کا فرض منصبی ہے۔ اللہ کے دین کو غالب کرنے کی اس جدوجہد کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے موسوم کیا جائے یا اقامت دین کی سعیٔ بلیغ سے بہر حال ہر داعی حق اپنی حیثیت و بساط کے مطابق اس بات کے لئے مکلف ہے کہ دعوت و تبلیغ کی حکمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کوششیں اس دین کے فروغ و اشاعت کے لئے وقف کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ... ﴾ (آل عمران : ۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے برپا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

دین اسلام کی قولی شہادت جتنے مؤثر انداز سے اور جتنے بڑے پیمانے پر انجام دی جا سکتی ہو ملت کا ہر فرد حتی الوسع اس کے لئے مکلف ہے۔ یہ دین چونکہ صرف عربوں کے لئے نہیں تھا اور نہ ہی صرف ساڑھے چودہ سو سال پیشتر کے انسانی معاشرے کے لئے تھا بلکہ یہ اللہ کی ایک نعمتِ عظمیٰ ہے اور بطورِ امانت ہمارے پاس ہے، جو بلاشبہ پوری دنیائے انسانیت کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اللہ رب العزت کی اس عظیم ترین

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

دولت کے امین ہونے کی حیثیت سے ہمیں جغرافیائی حدود و قیود سے قطع نظر تمام بنی نوع انسان کو، چاہے وہ کسی بھی خطہ ارض میں رہتے ہوں، اس نعمتِ غیر مترقبہ سے روشناس کرانا ہے۔ نظریاتی اور فکری آویزش کے اس دور میں ہم مخصوص و محدود جغرافیائی خطے میں محصور ہو کر بھی پوری دنیا کو پیغام حق سنا سکتے ہیں اور تاریکیوں سے پھیر کر منارۂ نور دکھلا سکتے ہیں بشرطیکہ ہم مخاطب کی زبان سمجھیں اور اسی کی زبان میں دعوت پیش کریں۔ اسلام کا مکمل فہم، خشیتِ الٰہی، مروجہ زبانوں میں مہارت اور حکمتِ عملی وہ قیمتی اساسات ہیں جن کی بدولت ایک داعی حق کا معنوی وجود مسلّم اور محترم بن جاتا ہے، اور دوسری طرف یہ اوصاف اس قلمی اور علمی جہاد کا وہ قیمتی اثاثہ ثابت ہوتے ہیں جس کے ذریعے بڑے پیمانے پر دین کی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے۔

اسلام کی قولی اور عملی شہادت کی انجام دہی کی راہ میں یا فکری اور علمی جہاد کے مختلف مراحل میں بندۂ مومن کی قوت بھی صرف ہوتی ہے اور وقت اور مال و متاع بھی لگتے ہیں۔ اس پہلو سے اگر دعوت و تبلیغ کے فریضے کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ خیر امت، امت وسط اور شہداء علی الناس کے منصب و مقام پر فائز ہوتے ہوئے دین حق کی قولی شہادت انجام دے دی جائے تو ضمنی طور پر جہاد فی سبیل اللہ کے وہ سارے مراحل طے ہو جاتے ہیں جو اس کی آخری منزل یعنی قتال فی سبیل اللہ سے پیشتر کے ہوتے ہیں۔ (جاری ہے)

حواشی

{۱} ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج اول، طبع ۱۹۷۱ء، ص ۱۲۶۔

{۲} ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج اول، طبع ۱۹۶۵ء، ص ۲۵۳۔ ۲۵۴۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

© rasailojaraid